ماہنامہ
علمیت
لاہور
فروری 2026ء

اک میرِ کارواں اک مثالِ جاوداں

پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم

وائس چانسلر گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور

گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور میں منعقدہ تقریبات کی تصویری جھلکیاں

پاکستان میں تعلیمی دنیا کا ترجمان
ماہنامہ
Monthly ILMIAT Lahore
علمیت
لاہور
جلد نمبر 08 | شمارہ نمبر 02 | فروری 2026ء

Monthlyilmiat@gmail.com | www.ilmiatonline.com | facebook.com/ilmiat

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر رفاقت علی اکبر
ایڈیٹر: احمد علی عتیق
ڈپٹی ایڈیٹر: پروفیسر محمد شریف

مجلس ادارات
- میاں عمران مسعود
- عباس تابش
- محمد اقبال چاند
- مرزا کاشف
- چوہدری افتخار احمد

قانونی مشیر: مقصود ملک ایڈووکیٹ، لاہور ہائی کورٹ

نمائندگان
- محمد زین العابدین... میانوالی
- مزمل شبیر... بہاولپور
- مظفر اقبال... لودھراں

گرافکس ڈیزائنر: محمد سعید یعقوب

فہرست مضامین

اداریہ	05
علمیت رپورٹ	06
"اک میر کارواں۔۔۔اک مثال جاوداں"	07
نئے ابھرتے مسائل کے تناظر میں سماجی و اسلامی علوم پر دوسری بین الاقوامی کانفرنس	09
گورنمنٹ تعلیمی اداروں کی نجکاری اور ریشنلائزیشن	10
پاکستان کا طبقاتی تعلیمی نظام: عدم مساوات، بدانتظامی اور بڑھتی ہوئی تعلیمی ناانصافیاں	12
ہمارے آنے والے وقت میں مصنوعی ذہانت (AI) کی تعلیم کی اہمیت	14

ضرورت نامہ نگاران

تعلیمی میگزین ماہنامہ ''علمیت'' لاہور کیلئے پاکستان بھر کے تمام تحصیل و ضلعی مراکز سے نامہ نگاران کی ضرورت ہے۔ مکمل کوائف کے ساتھ رابطہ کریں۔ احمد علی، مینجنگ ایڈیٹر،
واٹس ایپ نمبر: 0333 4969330
ای میل: monthlyilmiat@gmail.com

برائے رابطہ: عبداللہ سینٹر، فلیٹ نمبر 04، اعوان ٹاؤن، لاہور
0333-4969330
0300-8878410

قیمت فی شمارہ: 200/-
زرِ تعاون سالانہ: 2000/-

احمد علی پبلشر نے پرنٹر انتخاب جدید پریس سے چھپوا کر 56 لارنیکس کالونی گرڈ سٹیشن ایکسٹینشن II مغلپورہ روڈ گڑھی شاہو لاہور سے شائع کیا

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۞ ١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ ٢

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ (١) جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ (٢)

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۞ ٣ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۞ ٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۞ ٥

تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔ (٣) جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔ (٤) جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ (٥)

(سُوْرَۃُ العَلَق آیات ١ تا ٥)

حدیث رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَن سلَكَ طريقًا يلتَمِسُ فيهِ علمًا ، سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طريقًا إلى الجنَّةِ ،
جو شخص علم کی جستجو میں کسی راہ کا مسافر ہوا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتے ہیں۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

علامہ محمد اقبالؒ

ہمیں اپنی تعلیم کی پالیسی اور پروگرام کو اپنی عوام کے لیے موزوں، اپنی تاریخ و ثقافت سے ہم آہنگ اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہے۔

(قائداعظم 27 نومبر 1947 پہلی تعلیمی کانفرنس)

مسلمان کیلئے سب سے بڑا خطرہ اگر کوئی ہے تو یہی کہ وہ خود اسلام کی تعلیم سے ناواقف ہو، خود یہ نہ جانتا ہو کہ قرآن کیا سکھاتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کیا ہدایت دے گئے ہیں۔ اس جہالت کی وجہ سے وہ خود بھی بھٹک سکتا ہے اور دوسرے دجال بھی اس کو بھٹکا سکتے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

فروغ علم اور تعلیمی سرگرمیوں سے آگاہی کے لئے ماہنامہ علمیت لاہور کے خریدار بنیں

اداریہ

اعلیٰ تعلیمی اداروں کی شرح داخلہ میں مسلسل کمی

ایک سروے کے مطابق مالی سال 2025 کے دوران اعلیٰ تعلیمی اداروں کے داخلوں میں تقریباً 15 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔ جامعات میں طلبہ و طالبات کے داخلوں ان کی تعداد تقریباً 90 لاکھ رہ گئی ہے۔ پاکستان میں پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر میں کام کرنے والے اعلیٰ تعلیمی اداروں کی تعداد 269 ہے۔ جو ڈگریاں بھی جاری کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ اثرات جنوبی پنجاب کی جامعات پر پڑے ہیں۔ جہاں یہ شرح 30 فیصد سے بھی زاید ہے۔ یہاں ایک یونیورسٹی میں تو یہ شرح 50 فیصد تک جا پہنچی ہے۔ اس طرح دوسری یونیورسٹیاں بھی متاثر ہوئی ہیں۔ بار بار اخبارات اور میڈیا میں اشتہار دینے اور دیگر مراعات جیسے لیپ ٹاپ اور وظائف بھی شامل ہیں، سے بھی داخلوں میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا۔ اس قسم کی صورتحال کا سامنا بی ایس ڈگری کے حامل کالجز کو بھی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی وجہ پاکستان میں شرح غربت ہے۔ جس کے نتیجے میں بھی آئے دن فیسوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اب پرائیویٹ جامعات اور سرکاری کالجز کی فیسیں تقریباً برابر ہیں۔ پرائیویٹ جامعات میں سہولتیں بھی زیادہ بہتر ہیں۔ جبکہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں داخلہ بھی بڑھا ہے۔ اس سلسلے میں ٹرانسپورٹ اور امتحانی نظام بھی ایک رکاوٹ ہے۔ بے روزگاری میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے پڑھنے اور ڈگریاں حاصل کرنے کی بنیاد تو نوکریاں نہیں ملتی پھر تعلیم کے حصول میں وقت کیوں ضائع کریں۔ برین ڈرین ایک اور بڑی وجہ ہے، طلبہ اور طالبات کی بڑی تعداد تعلیم کے حصول کے نام پر باہر جا رہی ہے۔ وہ وہاں جا کر ملازمت کرتے ہیں اور دوسرے بہن بھائیوں کو بھی باہر لے جاتے ہیں۔ جامعات کے زوال کے حالات والدین کے لیے بھی تشویش کا باعث ہیں۔ اداروں کا اندرونی اور بیرونی ماحول کو خوشگوار نہیں۔ تعلیمی اداروں کے اردگرد ہاسٹل ہوٹلز اور ریستوران میں بھی سنگین واقعات دیکھنے کو ملے ہیں۔ منشیات کی لعنت اور دہشت گردی کا حصہ بھی کچھ کم نہیں۔ تعلیمی اداروں میں احتجاج اور ہڑتالوں نے بھی اس ماحول پر برا اثر ڈالا ہے۔ والدین بچیوں کو باہر بھیجنے کے لیے تیار نہیں۔ طلبہ اور طالبات جب سیر و سیاحت کے سلسلے میں باہر جاتے ہیں تو یہ صورتحال بھی والدین کے لیے ناقابل قبول ہے۔ معیار تعلیم سخت تنزلی کا شکار ہے تعلیم و تربیت کی زبوں حالی ہے۔ غریب اور متوسط طبقے کے لیے تعلیم کے دروازے بند ہوتے جا رہے ہیں۔ بدقسمتی سے ہم نے جو یونیورسٹیوں کو حکومت کے نچلے درجے کے کارندوں کے حوالے کر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں وائس چانسلر کو فیصلہ کرنے میں آزدی میسر ہونی چاہیے تھی، کہ کل ان سے پوچھ گچھ بھی کی جائے۔ ہمیں داخلی اور خارجی چیلنجوں سے نمٹنا ہوگا۔ جس میں مغربی افکار اور سوچ بدلنی ہوگی۔ حکومت اور اپوزیشن تعلیم کے فروغ کے سلسلے میں ایک پلیٹ فارم پر آئیں۔ بیرونی قوتوں کا سب سے بڑا ہتھیار تحقیق ہے۔ ہمیں بھی علم اور تحقیق کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ انگریزی کا جنون بھی ذرا کم کرنا ہوگا۔ سرکاری تعلیمی اداروں کے اساتذہ نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ جس سے بچے اکیڈمیوں میں جانے پر مجبور ہیں۔ انسانی، عمرانی اور معاشرتی علوم کی تدریس غیر موثر ہو رہی ہے۔ ان کی تشکیل نو کے لیے کام کرنا ہوگا۔ ذریعہ تعلیم کی عدم یکسانیت سے بھی درست نتائج سامنے نہیں آ رہے۔ جس سے ملکی یکجہتی خطرے میں ہے۔ موجودہ نظام تعلیم غیر ہنرمند افراد پیدا کر رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں بے روزگاری کا سلسلہ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں تعلیم کو با مقصد بنانا ہوگا۔ حکومت یونیورسٹیوں کو بتائے کہ ہر سال خاص خاص سیکٹر میں کتنے آدمیوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ تاکہ ان شعبوں میں اتنے ہی آدمیوں کو داخلہ دیا جائے۔ باقی طلبہ کے لیے دوسرے راستے دریافت کیے جائیں۔ ماضی میں ایک حکومت نے سیاسی بنیادوں پر جامعات کا چارٹر دینے کا اغاز کیا یہ یونیورسٹیاں کوٹھیوں میں کھلنے لگیں جس سے تعلیم کا معیار گرتا گیا۔ ان یونیورسٹیوں کو بھی کسی منصوبہ کے تحت جواب دہ ہونا چاہیے۔ جامعات کی ازادی کو محدود نہ کیا جائے۔ انہیں کام کرنے کی ازادی ہو۔ سی ایس پی افسران کو وائس چانسلر بنانے کا کوئی جواز نہیں۔ ہم وائس چانسلر کے محدود اختیارات سے توقع زیادہ رکھتے ہیں۔ اس روش کو بدلنا ہوگا۔

پروفیسر ڈاکٹر رفاقت علی اکبر

علمیت رپورٹ

ایسوسی ایشن آف سبجیکٹ سپیشلسٹ پنجاب کے عہدے داران اور مختلف اداروں کے سربراہان کی ریٹائرمنٹ پران کے اعزاز میں ایک تقریب کا انعقاد

گورنمنٹ شہدائے آرمی پبلک سکول ماڈل ٹاؤن لاہور میں ایسوسی ایشن آف سبجیکٹ سپیشلسٹ پنجاب کے عہدے داران اور مختلف اداروں کے سربراہان کی ریٹائرمنٹ پران کے اعزاز میں ایک تقریب کا انعقادکیا گیا۔جن میں ملک محمد شریف بانی صدرایسوسی ایشن وایکس ڈی ای او،چوہدری محمد امین سابق ڈی پی آئی ایلیمنٹری،چوہری شہباز وڑائچ سابق صدر پاس آصف جہانگیر سیکرٹری پاس وسربرا میوسپل ہائی سکول فیصل اباد،چوہدری محمد اشفاق گجر سابق صدر پاس،جناب سید فرقان شاہ ، ہاجرثروت ،ریحانہ سہیل اور عبدالغفور انجم شامل تھے۔تقریب سے خطاب کرتے ہوئے بانی صدر نے اسوسی ایشن کی تاریخ پرروشنی ڈالی اورتمام صدوراور عہدے داران کے کارہائے نمایاں تفصیل سے بتائے۔انہوں نے راناعطامحمد جو پانچ مارچ کو ریٹائر ہونے والے ہیں اور سابق صدر پاس اور موجودہ چیئرمین بھی ہیں،کی خدمات کوسراہا۔چوہدری محمد امین نے استاد کی عظمت پر روشنی ڈالی ۔انہوں نے کہا کہ اسوسی ایشن کو نئے خون کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ ہمیں بلاخوف وخطر آگے بڑھنا چاہیے اوراپنی کمیونٹی کی خدمت کرنی چاہیے۔ہمیں تنظیم سازی کی ضرورت ہے۔چوہری محمد اشفاق نے کہا کہ اب لوگوں میں جذبے کی کمی پائی جاتی ہے۔ایسوسی ایشن وقت مانگتی ہے۔ہمیں اپنی کوششوں کو جاری رکھنا چاہیے۔ابھی بھی پرموشن کیسز میں بڑی رکاوٹیں ہیں۔سیالکوٹ سے ہاجرہ ثروت نے کہا ہمارے اندر مایوسی کا غلبہ پہلے سے زیادہ ہے۔اس طرح ہم کھل کر میدان میں نہیں آتے۔ہمارے پاس لیڈرشپ کی کمی ہے۔ہم نے کامیاب احتجاج کیالیکن گائیڈ لائن موجودنہیں تھی۔لیڈرشپ موجودہوتو اسی کولوگ فالوکرتے ہیں۔میاں محمد سعید فیصل آباد نے کہا کہ فیصل آباد میں یونین طاقتور ہے۔ہم پوری طرح اپنے فرائض ادا کررہے ہیں تنظیم سازی بھی کرتے ہیں۔ شہباز وڑائچ سابق صدر نے کہا کہ ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ایک باڈی عبوری مدت کے لیے بنائی جائے ۔اس سلسلہ میں ڈویژنل سطح پرذمہ داری عائد ہوتی ہے۔کہ وہ ہرڈویژن سے ایک ایک نام بھجوائیں۔تاکہ عبوری باڈی تشکیل دی جائے جو آئندہ الیکشن کرائے۔سینئیر ایس ایس فاروق چوہدری نے کہا کہ میں ساہیوال میں بطور صدر کام کررہاہوں۔انہوں نے شکایت کی کہ لوگ میدان عمل میں نہیں آتے۔اس لیے باڈی کی تنظیم نو ہونی چاہیے۔پسرور سے پرویز اختر باجوہ نے اظہارخیال کرتے ہوئے کہا کہ تنظیم کو چلانے کے لیے ایک منظم تنظیم کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا ہم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ،اپنے اپنے مفادات کا سوچتے ہیں۔تنظیم کے ماہانہ اجلاس ہونے چاہئیں۔آخر میں بانی صدر ملک محمد شریف نے ریٹائر ہونے والے افسران میں اسوسی ایشن کی طرف سے تحائف دیے اور ایک بڑے استقبالیہ کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔تمام افسران کی طرف سے اچھی تقریب منعقد پرراناعطامحمد اورشہباز وڑائچ کا شکریہ ادا کیا۔

"اک میرِ کارواں۔۔۔اک مثالِ جاوداں"

پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم

وائس چانسلر گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور

تحریر: نائمہ بھٹی

علم و دانش کے افق پر وہ شخصیات ہمیشہ درخشاں رہتی ہیں جو محض منصب نہیں سنبھالتیں بلکہ اداروں میں نئی روح پھونک دیتی ہیں۔ ایسے رہنما گویا چراغ کی مانند ہوتے ہیں جو خود جل کر دوسروں کے لیے روشنی بانٹتے ہیں۔ علامہ اقبال نے ایسی شخصیات کے لیے ہی کہا تھا کہ:

"افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر،
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ"

انہی تابندہ ستاروں میں ایک نام پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم کا ہے جو اپنی دانش، متانت، اور وژنری قیادت کے باعث آج دی گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور کی پہچان بن چکی ہیں۔

انہوں نے قیادت کو محض ایک انتظامی ذمہ داری نہیں سمجھا بلکہ اسے خدمت، جذبے اور جدت کا امتزاج بنایا۔ 29 اکتوبر 2024 کی وہ یادگار دوپہر جب بادِ نسیم نے جامعہ کے در و دیوار کو مہکاتے ہوئے خبر دی کہ محترمہ وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم منصب پر فائز ہو چکی ہیں گویا یونیورسٹی کے افق پر ایک نیا سورج طلوع ہوا۔ یہ ایک سال صرف وقت کا سفر نہیں تھا بلکہ ترقی، نظم، استحکام اور حکمتِ عملی کا عملی اظہار ہے۔

ان کے وژن نے علمی و تحقیقی فضا کو وسعت اور معنویت کی نئی جہت بخشی۔ بقول فیض:

"بہار آئی تو جیسے یک بار لوٹ آئے ہیں
پھر عدم سے وہ خواب سارے، شباب سارے"

واقعی ڈاکٹر شازیہ انجم کی قیادت جامعہ کی ترقی کے خوابوں کو تعبیر دینے کے سفر پر بہارِ جاوداں ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم کا خانوادہ صدیوں پر محیط روحانیت، علم اور خدمت کی روایت سے جڑا ہوا ہے۔ آپ حضرت سید جلال الدین سرخ بخاریؒ کے خانوادے سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ کا آبائی تعلق ڈیرہ نواب صاحب سے ہے وہی تاریخی سرزمین جو نواب صادق کے دور میں علم و تہذیب کا مرکز تھی۔ اسی زمین کی خوشبو اور تربیت نے ڈاکٹر شازیہ کی شخصیت کو وقار، سادگی، متانت اور ذمہ داری کا آئینہ بنا دیا۔ آپ شعبہ کیمسٹری میں بین الاقوامی سطح پر ایک معتبر تحقیقی حوالہ ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم اپنی علمی و تحقیقی اور انتظامی کارکردگی کی بنیاد پر صدارتی ایوارڈ سمیت کئی ملکی و بین الاقوامی اعزازات اپنے نام کر چکی ہیں جن میں صدارتی ایوارڈ اعزازِ کمال، اٹلی سے بیسٹ ینگ ویمن سائنٹسٹ اور فیلو اسلامک ورلڈ اکیڈمی آف سائنس ایوارڈ قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے اسی درسگاہ دی گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی سے 1990 میں بی ایس سی کیمسٹری کی۔ آج تقدیر نے اسی نوعمر طالبہ کو اسی ادارے کی رہنما بنا دیا ہے۔ یہ محض ترقی کی کہانی نہیں، یہ ایک بیٹی کی اپنی مادرِ علمی سے وفا کی کہانی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم نے منصب سربراہی سنبھالتے ہی اپنے جامع وژن کے تحت جامعہ میں علمی استحکام اور اکیڈمک مضبوطی کی نئی بنیادوں کا سنگِ میل رکھا جس کی چیدہ چیدہ کاوشیں ذیل میں درج ہیں۔

جامعہ کے موجودہ پروگراموں کے نصابات کو نئے عالمی معیارات کے مطابق از سرِ نو ترتیب دیا گیا، جبکہ بورڈ آف اسٹڈیز اور اکیڈمک کونسل کو فعال بنا کر نصاب سازی کے عمل کو واضح، شفاف اور مؤثر سمت عطا کی۔ انہوں نے وقت کے اہم ترین تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نئے اور ناگزیر شعبہ جات بالخصوص نرسنگ، میڈیکل لیبارٹری ٹیکنالوجی اور انوائرنمنٹل سائنسز کا آغاز کیا جس نے خطے کی تعلیمی ضروریات کو نئی جہت بخشی۔ جامعہ میں ایک عرصے سے رُکے ہوئے نصابی و تحقیقی سلسلوں کو بحال کیا گیا۔ فیکلٹی اور طالبات کے لیے تربیتی مواقع فراہم کیے گئے۔ قومی و بین الاقوامی اداروں کے اشتراک سے عالمی معیار کی کانفرنسز اور ریسرچ ورکشاپس نے اس سال کو علمی سرگرمیوں کا درخشندہ باب بنا دیا۔ چار منزلہ ارفع کریم اکیڈمک بلاک جو طویل عرصے سے نامکمل تھا، اس کی تعمیر برق رفتاری

سے مکمل کرائی گئی اور محض دنوں میں اسے تدریسی عمل کے قابل بنایا گیا۔ اس موقع پر گورنر پنجاب و چانسلر سردار سلیم حیدر خان نے اعتراف کیا کہ پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم نہ صرف اپنے ویژن میں غیر معمولی ہیں بلکہ اپنی محنت، دیانت اور قیادت میں اس سے کہیں زیادہ منفرد اور قابلِ اعتماد ثابت ہوئی ہیں۔ جامعہ کو توانائی کے بوجھ سے آزاد کرنے کے لیے 362 کلوواٹ کا سولر سسٹم نصب کیا گیا، جس نے یونیورسٹی کو پائیدار توانائی کے راستے پر گامزن کر دیا۔ خطہ کی تیزی سے بڑھتی تعلیمی ضرورت کو مدِنظر رکھتے ہوئے، جگہ کی شدید کمی کا مسئلہ سامنے آیا۔ پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم کے پیش کردہ اعلیٰ معیار کے پلان نے وزیرِ اعلیٰ پنجاب محترمہ مریم نواز شریف اور وزیرِ تعلیم رانا سکندر حیات کو اس قدر متاثر کیا کہ ان کی خصوصی توجہ سے سابق ہوم اکنامکس کالج کی ویران عمارت کو ایک جدید اور خوبصورت نئے کیمپس میں تبدیل کیا گیا جو اس عہدِ قیادت کا ایک روشن سنگِ میل ہے۔ تیسرے جلسہ تقسیمِ اسناد میں 3999 فارغ التحصیل طالبات کو ڈگریاں عطاء کی گئیں تاکہ وہ اعتماد کے ساتھ عملی میدان میں قدم رکھ سکیں۔ ڈائریکٹوریٹ آف اسٹوڈنٹس افیئرز کے تحت سوسائٹیز اور اسٹوڈنٹ انگیجمنٹ پروگراموں نے طالبات کی تخلیقی صلاحیتوں، سماجی تربیت اور قائدانہ پہچان کو مزید نکھارا۔ ویمن بزنس اینڈ انکیوبیشن سینٹر کا قیام طالبات کو جدید کاروباری دنیا سے جوڑنے کی ایک اہم پیش رفت ثابت ہوا۔ کیریئر کونسلنگ سنٹر کو نئی روح دیتے ہوئے طالبات کے لیے روزگار کے مواقع بڑھائے گئے۔ ساتھ ہی فاضلہ طالبات کو جامعہ سے مضبوط رشتہ جوڑے رکھنے کے لیے ایلومنائی نیٹ ورک کا فعال آغاز کیا گیا۔ گرین ایریاز کی بحالی، صاف ستھرا کیمپس، پرسکون ماحول اور ماحول دوست اقدامات نے جامعہ کے ماحول کو نہایت خوبصورتی سے سنوارا، جس کی جھلک Green Metric Ranking میں نمایاں کارکردگی سے واضح ہوتی ہے۔ وزٹنگ فیکلٹی کے لیے پیڈاگوجیکل ٹریننگ کا اہتمام کیا گیا تاکہ تدریس کا معیار جدید بین الاقوامی اصولوں سے ہم آہنگ ہو سکے۔ آفس آف ریسرچ، انوویشن اینڈ کمرشلائزیشن (ORIC) کو فعال ڈائریکٹوریٹ میں تبدیل کر کے ایک موثر اور وژنری ٹیم تیار کی گئی جو اس وقت اکیڈمیا۔ انڈسٹری روابط میں بھرپور کردار ادا کر رہی ہے۔ عالمی سطح پر بدلتی ترجیحات کو سامنے رکھتے ہوئے ڈائریکٹوریٹ آف سسٹین ایبل ڈویلپمنٹ گولز (SDGs) قائم کیا گیا۔ اس کے تحت مختلف سیمینارز اور ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں ماحول دوست پالیسیوں کی تشکیل پر جامع گفتگو ہوئی۔ اسی طرح ڈائریکٹوریٹ آف ایکسٹرنل لنکیجز نے قومی و بین الاقوامی اداروں کے ساتھ شراکت داری کے دروازے کھولے جس سے طالبات اور فیکلٹی کے لیے نئے تعلیمی و پیشہ ورانہ مواقع پیدا ہوئے۔ نئی فیکلٹی اور انتظامی عملے کی تقرری کے لیے مربوط حکمتِ عملی ترتیب دی گئی اور متعدد اہم انتظامی و تعلیمی امور کو نہایت پیشہ ورانہ انداز میں سرانجام دیا گیا۔ ایک سال کی مختصر مگر غیر معمولی کارکردگی نے یہ حقیقت آشکار کر دی ہے کہ اصل قیادت وہی ہے جو اداروں میں نئی روح پھونک دے، خوابوں کو سمت دے، اور امکانات کو حقیقت میں ڈھال دے۔ پروفیسر ڈاکٹر سیدہ شازیہ انجم بخاری نے اس جامعہ کو صرف بہتر نہیں بنایا بلکہ اسے ایک ایسا روشن مینار بنا دیا ہے جس کی روشنی آنے والی نسلوں کے تعلیمی سفر کی سمت متعین کرے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم بخاری کی بصیرت افروز قیادت اور غیر معمولی خدمات کو جاری رکھے اور انہیں ہمیشہ اپنی امان میں رکھے، ان کے وژن، اخلاص اور قیادت کو مزید برکت عطا فرمائے، اور مستقبل میں بھی جامعہ ان کی رہنمائی میں نئی کامیابیوں، استحکام اور ترقی کی بلند ترین منزلیں طے کرتی رہے۔ علامہ اقبال کے اس شعر کے ساتھ ان کے لئے نیک خواہشات کے ساتھ اختتام:

"ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں،
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں"

نئے ابھرتے مسائل کے تناظر میں سماجی و اسلامی علوم پر دوسری بین الاقوامی کانفرنس

مزمل شبیر

عصری دنیا میں سماجی تحقیق اور اسلامی علوم کو درپیش اخلاقی چیلنجز اور نئے ابھرتے مسائل کے تناظر میں سماجی و اسلامی علوم پر دوسری بین الاقوامی کانفرنس (ICSSIS 2025) گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور میں ملک یار محمد ریسرچ سینٹر بہاولپور کے زیر اہتمام اور گلوبل ریسرچ کلب پاکستان کے اشتراک سے کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا مرکزی موضوع "عصری سماجی تحقیق میں اخلاقی چیلنجز اور نئے ابھرتے ہوئے مسائل" تھا، جس میں تحقیق کے اخلاقی معیارات، علمی دیانت، شفافیت، سماجی ذمہ داری اور اسلامی اقدار کے عملی اطلاق پر بامعنی علمی مکالمہ ہوا۔ کانفرنس کی سرپرستی محترمہ پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم، وائس چانسلر GSCWU نے فرمائی جبکہ افتتاحی تقریب کی صدارت پروفیسر ڈاکٹر اشفاق محمود قریشی، پرو وائس چانسلر GSCWU نے کی۔ کانفرنس کے سرپرستِ اعلیٰ ڈاکٹر محمد یاسر مدنی تھے، جن کی قیادت میں انتظامی اور علمی امور منظم اور ہم آہنگ انداز میں انجام پائے۔ افتتاحی تقریب کا آغاز تلاوتِ کلام پاک اور نعتِ رسولِ مقبول ﷺ سے ہوا۔ اس کے بعد استقبالیہ کلمات میں ڈاکٹر محمد یاسر مدنی نے معزز شرکاء کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اس موقع پر انہوں نے اعلان کیا کہ ملک یار محمد ریسرچ سینٹر آئندہ بھی گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور سمیت دیگر قومی و بین الاقوامی جامعات اور تحقیقی اداروں کے ساتھ اشتراکِ عمل کو مزید مستحکم کرے گا۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ان شاء اللہ باہمی تعاون کے ذریعے نہ صرف بین الاقوامی کانفرنسوں کے تسلسل کو برقرار رکھا جائے گا بلکہ علمی مکالمے، فکری تبادلے اور اخلاقی اقدار پر مبنی تحقیق کے فروغ کے لیے ایک منظم اور پائیدار علمی روایت قائم کی جائے گی، جو معاشرے میں مثبت فکری تبدیلی کا موثر ذریعہ ثابت ہوگی۔ اس کے بعد پروفیسر ڈاکٹر مسرت اظہر، ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، GSCWU نے اپنے استقبالیہ خطاب میں اخلاقی بنیادوں پر استوار سماجی تحقیق کی اہمیت اور عصری مسائل میں اسلامی اقدار کی ضرورت کو اجاگر کیا، جبکہ کانفرنس کے علمی مکالمے کی سمت متعین کی۔ کانفرنس کا کلیدی خطاب جامعہ الازہر، قاہرہ، مصر کے الشیخ پروفیسر ڈاکٹر احمد بن محمد سالم الشرقاوی نے کیا، جنہوں نے عصری تحقیق میں اخلاقی ذمہ داری، علمی دیانت اور انسانی وقار کی اہمیت پر زور دیا۔ اسی تقریب میں انہوں نے محترمہ وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر شازیہ انجم کے مرحوم شوہر کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعا کروائی، جس میں تمام شرکاء نے عقیدت اور احترام کے ساتھ شرکت کی۔ اس موقع پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مظہر ایاز، وائس چانسلر چولستان یونیورسٹی تقریب کے مہمانِ خصوصی تھے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ تعلیمی و تحقیقی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے اس نوعیت کی علمی کانفرنسز نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں، کیونکہ یہ نہ صرف اہلِ علم کو باہمی تبادلۂ خیال کا موقع فراہم کرتی ہیں بلکہ نوجوان محققین کی فکری تربیت اور ان کی علمی سمت کے تعین میں بھی موثر معاون ثابت ہوتی ہیں۔ انہوں نے تحقیق میں اخلاقی اقدار، ادارہ جاتی تعاون اور بین الجامعاتی روابط کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ مقررین نے اتفاق کیا کہ عصری سماجی تحقیق میں اخلاقی اصول، شفافیت اور سماجی ذمہ داری کو مرکزی حیثیت دیے بغیر پائیدار علمی نتائج حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ مہمانانِ اعزاز اور مقررین میں ملکی و غیر ملکی ممتاز علمی شخصیات، یونیورسٹی ڈینز، شعبہ جات کے سربراہان اور تحقیقی اداروں کے نمائندے شامل تھے۔ ان میں: پروفیسر ڈاکٹر شیخ شفیق الرحمٰن، ڈین فیکلٹی آف اسلامی و عربی علوم، IUB، پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق، ڈین، GSCWU، ملک اللہ بخش کلیار، رکن، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن، صدر شعبہ علومِ قرآنیہ، IUB، ڈاکٹر خلیل احمد، صدر شعبہ آرکیالوجی IUB، ڈاکٹر شاہد حبیب، اسسٹنٹ پروفیسر، KFUEIT رحیم یار خان، ڈاکٹر ریاض احمد سعید، صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، NUML یونیورسٹی، اسلام آباد، ڈاکٹر عاصمہ رانی، صدر شعبہ اردو، GSCWU، ڈاکٹر عظمیٰ اخلاق، اسسٹنٹ پروفیسر صادق ایجرٹن کالج بہاولپور اور مختلف اداروں کے دیگر شعبہ جات کے سربراہان اور تحقیقی اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس موقع پر ڈاکٹر ام لیلیٰ، اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور (GSCWU)، بطور فوکل پرسن انتظامی امور میں معاونت کے لیے موجود رہیں۔

گورنمنٹ تعلیمی اداروں کی نجکاری اور ریشنلائزیشن

تحریر پروفیسر ملک محمد شریف

اس وقت پنجاب میں 52 ہزار سے زائد تعلیمی ادارے موجود ہیں بقریبا چار لاکھ سے زائد اساتذہ جبکہ ایک کروڑ 25 لاکھ بچے زیر تعلیم ہیں۔ جو بچے ابھی تک سکولوں سے باہر ہیں، ان کی تعداد دو کروڑ 60 لاکھ کے قریب ہے۔ پنجاب میں ان کی تعداد ایک کروڑ 52 لاکھ ہے۔ حکومت پنجاب اتنی تعداد میں بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں ناکام نظر آتی ہے۔ اس لیے اس مسئلے پر قابو پانے کے لیے تعلیمی اداروں کو آؤٹ سورس کرنے کیلئے نج کاروی کا منصوبہ بنایا ہے۔ حکومت پنجاب کی یہ سوچ ہے کہ اس طرح بچے سکولوں میں بھی آجائیں گے اور تعلیمی اداروں کی حالت نجی سیکٹر میں بہتر ہو جائے گی۔ اس پروگرام میں پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے ساتھ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ منصوبہ مسلم لیگ پنجاب کا ہے یہ ایک پرانا خواب تھا، جو وزیر اعلی شہباز شریف کا ارادہ تھا۔ پنجاب حکومت نے پہلے مرحلے میں 4276 سکول نجی سیکٹر میں دیے ہیں، دوسرے مرحلے میں 1300 سے زائد پرائمری سکول نجی شعبے کے حوالے کیے جا رہے ہیں، اب تیسرے مرحلے کے لیے کام جاری ہے۔ اس طرح حکومت کا ارادہ ہے کہ پہلے مرحلے میں مکمل پرائمری سکول آؤٹ سورس کر دیا جائے اب تک 21 ہزار سے زائد اساتذہ سرپلس ہو چکے ہیں، کیونکہ صوبہ پنجاب میں اساتذہ کی نئی بھرتی کئی سالوں سے بند ہے۔ لہذا کچھ خوش قسمت اساتذہ کو خالی اسامیوں پر تعینات کر دیا گیا ہے۔ اس طرح کے پی کے حکومت نے بھی تقریبا 4100 سکولوں کو نجی شعبے کے حوالے کر دیا ہے، جبکہ صوبہ سندھ میں حال ہی میں ایک لاکھ کا اساتذہ کی تقرریاں کی گئی ہیں۔ کے پی کے میں 57 کا کالج بھی آؤٹ سورس کیے جا رہے ہیں، اگر یہ صورتحال جاری رہی تو ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ تمام سرکاری ادارے، پرائمری مڈل اور ہائی سکول نجی سیکٹر میں چلے جائیں گے۔ گورنمنٹ فارغ ہو جائے گی اور اساتذہ کا حال وہی ہوگا جو یکم اکتوبر 1972 سے پہلے تھا۔ پرائیویٹ مینجمنٹ پورا استحصال کرے گی۔ یکم اکتوبر 1972 میں مدارس کو قومی تحویل میں لیا گیا، بعد میں ضیا حکومت نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو صوبہ پنجاب اور سندھ میں اساتذہ کا احتجاج ہنگاموں میں بدل گیا۔ ایک ایسی زوردار تحریک چلی کہ ضیا گورنمنٹ کو نجکاری کا فیصلہ واپس لینا پڑا۔ 1990 کے بعد نیشنلائزیشن کیڈر ختم ہو گیا۔ تو تمام ادارے سرکاری بن گئے۔ اب ایک نئی شکل میں نجکاری کا نیا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔ اساتذہ اس سلسلہ میں گاہے بگاہے احتجاج کر رہے ہیں۔ لیکن اب یونینز کے اندر وہ جان نہیں جو 1972 سے 1990 تک تھی اب آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ پنجاب حکومت کا کہنا ہے کہ نجکاری کا مطلب اداروں کی کارکردگی کو بڑھانا ہے۔ سوال یہ ہے کہ نجکاری کوئی بہتر علاج نہیں بلکہ خود گورنمنٹ اس نظام کو درست کرے۔ یہاں تو ہر شعبے ہر محکمے کی کارکردگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیا ان سب کو نجی شعبہ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ طلبہ اور طالبات کی کثیر تعداد پہلے ہی اسکولوں سے باہر ہے۔ اس فیصلے سے ان میں کوئی بہتری نظر نہیں آ رہی۔ وقت کے ساتھ ساتھ مالکان والدین اور اساتذہ اور طلبہ کا مالی استحصال کریں گے اس سلسلے میں نئے نئے طریقے سامنے آئیں گے۔ جو کچھ 1972 سے پہلے تھے۔ وزیر تعلیم پنجاب رانا سکندر حیات جو اس تحریک کے بڑے محرک ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سرکاری سکولوں کے ساتذہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ان کو دوسروں سکولوں میں کھپایا جائے گا۔ جناب منسٹر اگر تمام سرکاری سکول نجی سیکٹر میں دے دیے جائیں گے۔ تو

ان اساتذہ کو کہاں ایڈجسٹ کیا جائے گا۔ پھر تو 1010 ہزار پر کام کریں گے۔ والدین اس موڈ میں نظر نہیں اتے کہ وہ بچوں کی فیس دے سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پرائیویٹ سکولوں کی چاندی ہوگی، جو زیادہ سہولتیں مہیا کرتے ہیں۔ اس عمل سے شرح اخراج زیادہ ہوگی۔ حکومت تو حکومت لوگ تو پہلے ہی کہتے ہیں کہ نہ نوکریاں دستیاب نہیں۔ تو ان بچوں کو کوئی چھوٹا موٹا کام مل جائے تاکہ ہمارا ہاتھ بٹا سکیں اس طرح ان پڑھوں کی ایک بڑی فوج پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ دنیا بھر میں سرکاری تعلیمی ادارے گورنمنٹ کے تحت کام کرتے ہیں۔ اس لیے حکومت یہ بوجھ اپنے سر سے نہ اتارے۔ نجی شعبہ کو اپنا کام ہی کرنے دیا جائے۔ اس سے مقابلے کی فضا برقرار رہے گی اور بہتر نتائج بھی پیدا ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی گزارش کریں گے کہ سرکاری تعلیمی اداروں کے نتائج پریشان کن ہیں۔ اساتذہ اپنے منصبی فرائض اچھی طرح ادا کریں اور گورنمنٹ مداخلت نہ کرے۔ گورنمنٹ اساتذہ کے مطالبات پورے کرے اور ان سے نتائج کے بارے میں پوچھا جائے تو نتائج ضرور اچھے آئیں گے۔ اگر حکومت ان اداروں کی طرف توجہ دے۔ سرکاری تعلیمی اداروں میں بنیادی سہولتیں مہیا کی جائیں، اساتذہ کی بھرتی کا معیار مقرر کیا جائے، اساتذہ کی سرٹیفکیشن ضروری قرار دی جائے، ان سروس ٹریننگ کے نظام کو بہتر بنایا جائے طلبہ اور طالبات کی تعداد کے مطابق اساتذہ تعینات کیے جائیں۔ ایک پرائمری میں دو یا تین اساتذہ کافی نہیں۔ اس طرح یہ یہ ادارے کارکردگی دکھائیں گے اور عوام کا اعتماد بھی بحال ہوگا۔ وزیر تعلیم سے گزارش ہے کہ نجی اداروں کے حوالے کرنے سے پہلے سرکاری اساتذہ کو پوری تنخواہ اور مراعات کا تحفظ دیں۔ نجکاری کے قواعد و شرائط کو اخبار میں مشتہر کیا جائے۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ اگر اختیار کرنی ہے تو گورنمنٹ تنخواہیں ترقیاں اور انسپیکشن خود کرے تا کہ اساتذہ کو احساس ہو کہ ابھی ہم گورنمنٹ ملازم ہیں۔ اس طرح ملک کو کسی آنے والے احتجاج کا سامنا نہ کرنا پڑے اور مزید تعلیم کی زبوں حالی نہ ہو، جو پہلے ہی کافی تنزلی کا شکار ہے۔ ہمارے اس ملک میں تعلیمی پالیسی یا تحریری نوٹیفکیشن میں آوٹ سورسنگ کا ذکر نہیں۔ سکولوں کو تیسرے فریق کے حوالے کرنے کے ساتھ نصاب میں کمی کی یقینی بیشی کا بھی اختیار حاصل ہے۔ اس طرح ریشنلائزیشن میں یہ خیال رکھا جائے کہ اساتذہ کی تعیناتی دورنہ کی جائے۔ ریشنلائزیشن میں اساتذہ کی تعداد کو بھی مدنظر رکھا جائے صرف بچت کی خاطر تعلیم کو تباہ نہ کیا جائے۔ اگر دو تین اساتذہ دو۔ دو۔ تین۔ تین اساتذہ مقرر کیے جائیں گے۔ تو تعلیم کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ 40 کی تعداد پر ایک استاد کا تصور درست نہیں۔ فی جماعت فی ٹیچر تعینات کیا جائے، مکمل سکول کی تعداد کو نہ گنا جائے بلکہ ایک جماعت میں 40 کی بجائے 50 طالبات طلبات ہیں تو ایک زائد ٹیچر تعینات کیا جائے۔ اگر حکومت نے اس عمل کو کرنا ہی تھا تو اسے یک مشت نہ کرتی بلکہ آہستہ آہستہ اس کا تجربہ کرتی۔ بھارت میں بھی یہ تجربہ 2025 میں کیا گیا لیکن کامیاب نہیں ہوا۔ اب آوٹ سورسنگ سے درج ذیل مسائل پیدا ہوں گے۔ 1 کم آمدنی والے لوگوں کے بچے تعلیم سے محروم رہ جائیں گے۔ 2 اساتذہ کی ملازمتیں ختم ہو جائیں گی۔ 3 آئندہ اچھے باصلاحیت لوگ تعلیم کے شعبے میں دستیاب نہیں ہوں گے۔ X-X4 طلبہ اور اساتذہ کے بڑے پیمانے پر احتجاج شروع ہو جائیں گے بلکہ شروع ہو گئے ہیں۔ جس سے تعلیمی عمل متاثر ہوگا۔ ضیاء الحق کے وقت قومی تحویل میں لیے گئے مدارس کی مالکان کو واپسی پر سخت احتجاج ہوا تھا۔ بچوں نے سڑکیں بند کر دی تھیں۔ اساتذہ نے زبردست تحریک چلائی تھی۔ جس پر مرکزی حکومت کو یہ فیصلہ واپس لینا پڑا۔ بہتر ہے کہ اس تجربے سے صوبائی حکومتیں گریز کریں۔ تعلیم کے لیے چار فیصد بجٹ مختص کریں اور تعلیمی اداروں کو اپنے ہاتھوں میں رکھیں۔ چیک اینڈ بیلنس کے ذریعے آوٹ سورس کیے جانے والے اداروں کو آپریشنل کرنے کا انتظام کیا جانا چاہیے۔ تاکہ عوام اور اساتذہ میں بے چینی ختم ہو سکے۔ کیونکہ کوئی ریاست تعلیم کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ مطلوبہ سہولیات اور ضروریات کی فراہمی شروع کی جائے۔ ہم کے پی کے حکومت سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ سرکاری تعلیمی اداروں میں گریڈ ون تا گریڈ 8 سیمسٹر سسٹم لاگو نہ کرے۔ یہ تجربہ بھارت، بنگلہ دیش، جرمنی، ملائشیا اور انڈونیشیا میں ناکام ہو چکا ہے۔ یہ تجربہ ہائر ایجوکیشن کی سطح پر واقعی کامیاب رہا ہے۔

پاکستان کا طبقاتی تعلیمی نظام: عدم مساوات، بدانتظامی اور بڑھتی ہوئی تعلیمی ناانصافیاں

تعلیم کو جدید ریاستی نظریات میں انسانی ترقی، سماجی انصاف اور معاشی استحکام کا بنیادی ستون تصور کیا جاتا ہے (1999,Sen)۔ تاہم، پاکستان میں تعلیمی نظام شدید بحران کا شکار ہے، جہاں کروڑوں بچے اسکول سے باہر ہیں، اعلیٰ تعلیم میں داخلوں میں کمی واقع ہو رہی ہے، طبقاتی تقسیم بڑھ رہی ہے اور حکومتی پالیسی ترجیحات تعلیمی مساوات کے حصول میں ناکام نظر آتی ہیں۔ حالیہ رپورٹ "دی مسنگ تھرڈ آف پاکستان" کے مطابق پاکستان میں 5 سے 16 سال کی عمر کے تقریباً 2 کروڑ 53 لاکھ بچے اسکول سے باہر ہیں، جو اسکول جانے والی عمر کی کل آبادی کا 36 فیصد بنتے ہیں۔ یہ اعداد و شمار پاکستان کے تعلیمی نظام کی ساختی ناکامی کو واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق اسکول سے باہر بچوں میں 74 فیصد دیہی علاقوں میں رہائش پذیر ہیں، جبکہ تقریباً 1 کروڑ 88 لاکھ بچے صرف دیہی علاقوں میں اسکول سے باہر ہیں۔ دیہی اور شہری علاقوں کے درمیان تعلیمی مواقع کا فرق بڑھتا جا رہا ہے، جو ریاستی پالیسیوں میں علاقائی عدم مساوات کی عکاسی کرتا ہے۔ 5 سے 9 سال کی عمر کے بچوں میں سے 51 فیصد نے کبھی اسکول میں داخلہ نہیں لیا، جبکہ 50 فیصد سے زائد بچے تعلیم چھوڑ چکے ہیں۔ ابتدائی تعلیم میں یہ خلا مستقبل میں شرح خواندگی، انسانی سرمایہ اور سماجی نقل و حرکت پر طویل المدتی منفی اثرات مرتب کرے گا۔ صنفی عدم مساوات بھی اس بحران کو مزید پیچیدہ بناتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق اسکول سے باہر بچوں میں 53 فیصد لڑکیاں شامل ہیں اور بعض تحصیلوں میں 80 فیصد سے زائد لڑکیوں نے کبھی اسکول نہیں دیکھا۔ یہ صورتحال ثقافتی، معاشی اور پالیسی عوامل کے امتزاج کا نتیجہ ہے، جو لڑکیوں کی تعلیم کو ثانوی

حیثیت دیتا ہے۔ پاکستان کا تعلیمی نظام ایک واضح طبقاتی ساخت اختیار کر چکا ہے، جہاں ایلیٹ نجی اور بین الاقوامی اسکول، درمیانے درجے کے نجی اسکول، اور کمزور سرکاری ادارے موجود ہیں۔ Pierre Bourdieu کے ثقافتی سرمایہ (Cultural Capital) کے نظریے کے مطابق اعلیٰ طبقہ بہتر تعلیمی وسائل کے ذریعے اپنی سماجی برتری کو برقرار رکھتا ہے (1986,Bourdieu)۔ نتیجتاً تعلیم مساوات کا ذریعہ بننے کے بجائے طبقاتی تفریق کو برقرار رکھنے کا آلہ بن جاتی ہے، جو سماجی و معاشی نقل و حرکت کو محدود کرتی ہے۔ محکمہ تعلیم میں بدانتظامی، سیاسی مداخلت اور مالی بدعنوانی نے تعلیمی اداروں کی کارکردگی کو شدید متاثر کیا ہے۔ ادارہ جاتی نظریات کے مطابق کمزور ادارہ جاتی ڈھانچے پالیسی کے مؤثر نفاذ میں رکاوٹ بنتے ہیں (North, 1990)۔ پاکستان میں اساتذہ کی بھرتی، تربیت اور وسائل کی تقسیم میں شفافیت کی کمی نے عوامی تعلیمی اداروں کو زوال پذیر کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں طلبہ نجی شعبے کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ تعلیم کے لیے ناکافی بجٹ اور حکومتی ترجیحات پاکستان میں تعلیمی بحران کی ایک بنیادی وجہ تعلیم کے لیے ناکافی بجٹ مختص کرنا ہے۔ پاکستان کا تعلیمی بجٹ عموماً جی ڈی پی کے 2 فیصد سے بھی کم رہتا ہے، جبکہ یونیسکو کم از کم 4 سے 6 فیصد کی سفارش کرتا ہے۔ دفاع، قرضوں کی ادائیگی اور سیاسی منصوبوں پر بھاری اخراجات کے مقابلے میں تعلیم کو کم ترجیح دی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں اسکولوں کی کمی، اساتذہ کی قلت اور تعلیمی سہولیات کی زبوں حالی

پیدا ہوتی ہے۔ دانش اسکول اور سیاسی تعلیمی منصوبوں پر تنقید دانش اسکول جیسے منصوبے بظاہر قابلِ تعریف ہیں، مگر انہیں ایک سیاسی نمائشی منصوبہ قرار دیا جاتا ہے، کیونکہ یہ محدود تعداد میں طلبہ کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور وسیع عوامی تعلیمی نظام کو مضبوط بنانے میں ناکام رہتے ہیں۔ سیاسی حکومتیں اکثر نئی جامعات اور اسکولوں کا اعلان سیاسی مقبولیت کے لیے کرتی ہیں، مگر بنیادی معیار، اساتذہ کی تربیت اور نصاب پر کم توجہ دی جاتی ہے۔ اس سے تعلیمی نظام کی توسیع تو ہوتی ہے مگر معیار میں بہتری نہیں آتی۔ حالیہ برسوں میں سرکاری اسکولوں کی آؤٹ سورسنگ اور نجکاری نے نیولبرل معاشی نظریات کے نفوذ کو ظاہر کیا ہے، جہاں تعلیم کو مارکیٹ میکانزم کے تحت چلایا جا رہا ہے (2005,Harvey)۔ اس رجحان کے نتیجے میں فیسوں میں اضافہ، اساتذہ کے روزگار کا عدم تحفظ اور غریب طبقے کی تعلیمی رسائی میں کمی واقع ہوئی ہے، جو سماجی انصاف کے اصولوں سے متصادم ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے شعبے میں سرکاری یونیورسٹیوں کی فیسوں میں اضافہ انسانی سرمائے کی ترقی کے نظریے کے برعکس نتائج پیدا کر رہا ہے (1964,Becker)۔ تعلیم کی بڑھتی ہوئی لاگت غریب اور متوسط طبقے کے لیے اعلیٰ تعلیم کو ناقابلِ رسائی بنا رہی ہے، جس سے معاشی عدم مساوات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اساتذہ کے حالیہ احتجاج تعلیمی نظام کے اندر ادارہ جاتی بحران کی علامت ہیں۔ اساتذہ کو کم تنخواہوں، ملازمت کے عدم تحفظ اور پالیسی عدم استحکام کا سامنا ہے، جو ان کی پیشہ ورانہ کارکردگی کو متاثر کرتا ہے (1956,Durkheim)۔ جنوبی ایشیائی تقابل سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھارت اور بنگلہ دیش نے سرکاری تعلیم میں سرمایہ کاری اور مضبوط قانونی فریم ورک کے ذریعے تعلیمی اشاریوں میں نمایاں بہتری حاصل کی ہے، جبکہ پاکستان میں آئین کے آرٹیکل 25-A کے باوجود عملی نفاذ کمزور رہا ہے۔ نتیجہ اور پالیسی سفارشات نتیجتاً، پاکستان کا تعلیمی بحران محض تعلیمی مسئلہ نہیں بلکہ ایک ساختی، مالی اور سیاسی مسئلہ ہے۔ طبقاتی تعلیمی نظام، ناکافی بجٹ، سیاسی نمائشی منصوبے، نجکاری کے رجحانات اور ادارہ جاتی کمزوریاں تعلیم کو سماجی انصاف کے بجائے سماجی تقسیم کا ذریعہ بنا رہی ہیں۔ ضروری ہے کہ تعلیم کا بجٹ کم از کم 4 فیصد جی ڈی پی تک بڑھایا جائے۔ نمائشی منصوبوں کے بجائے بنیادی سرکاری تعلیمی نظام کو مضبوط کیا جائے۔ اساتذہ کی تربیت اور ملازمت کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔ لڑکیوں اور دیہی علاقوں کے لیے ہدفی تعلیمی پالیسیاں بنائی جائیں۔ تعلیمی پالیسی سازی کو سیاسی مفادات کے بجائے تحقیقی شواہد پر مبنی بنایا جائے۔ تعلیمی مساوات کے بغیر نہ پائیدار ترقی ممکن ہے اور نہ ہی سماجی ہم آہنگی، اس لیے تعلیم کو واقعی ریاست کی اولین ترجیح بنانا ناگزیر ہے۔

ہمارے آنے والے وقت میں مصنوعی ذہانت (AI) کی تعلیم کی اہمیت حکومتِ پنجاب کا بروقت اور قابلِ تحسین اقدامات ہیں

نبیلہ حنیف

دنیا اس وقت جس تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہی ہے، وہ تاریخِ انسانی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ٹیکنالوجی نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے، خواہ وہ تعلیم ہو، صحت ہو، تجارت ہو، زراعت ہو یا مواصلات۔ اکیسویں صدی کو اگر کسی ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ "مصنوعی ذہانت" (Artificial Intelligence) ہے۔ یہ وہ جدید ترین ٹیکنالوجی ہے جو انسانی سوچ، فیصلے اور سیکھنے کے عمل کو مشینی نظام میں منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ایسے میں اگر ہم اپنے بچوں کو اس بدلتی ہوئی دنیا کے تقاضوں کے مطابق تیار نہیں کریں گے تو وہ عالمی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ اسی تناظر میں حکومتِ پنجاب کا یہ فیصلہ کہ اسکولوں میں اے آئی کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے، نہایت دور اندیش، قابلِ تعریف اور وقت کی اہم ضرورت ہے۔ یہ قدم نہ صرف ہمارے تعلیمی نظام کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرے گا بلکہ آنے والی نسلوں کو ایک روشن، باخبر اور باوقار مستقبل فراہم کرنے میں بنیادی کردار ادا کرے گا۔ مصنوعی ذہانت کیا ہے؟ مصنوعی ذہانت ایک ایسا کمپیوٹر یا مشینی نظام ہے جو انسانی دماغ کی طرح سوچنے، سیکھنے، مسائل حل کرنے اور فیصلے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ ٹیکنالوجی ڈیٹا کے تجزیے، پیٹرن کی پہچان، زبان سمجھنے اور خود کو بہتر بنانے کی خصوصیات رکھتی ہے۔ آج ہم روزمرہ زندگی میں اے آئی کو مختلف شکلوں میں استعمال کر رہے ہیں، جیسے: موبائل فون میں وائس اسسٹنٹ، سوشل میڈیا الگورتھم، آن لائن سرچ انجن، میڈیکل تشخیص، خودکار گاڑیاں، تعلیمی ایپس اور پلیٹ فارمز۔ یہ سب اس بات کا ثبوت ہیں کہ مصنوعی ذہانت اب کوئی مستقبل کی چیز نہیں بلکہ حال کا لازمی جزو بن چکی ہے۔ تعلیمی نظام اور جدید تقاضے تعلیم کسی بھی قوم کی ترقی کی بنیاد ہوتی ہے۔ اگر تعلیمی نظام وقت کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو تو قوم ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتی ہے۔ روایتی تعلیم جہاں بنیادی علوم فراہم کرتی ہے، وہیں جدید دور کا تقاضا ہے کہ طلبہ کو تکنیکی مہارتیں، تنقیدی سوچ، مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت اور تخلیقی سوچ بھی سکھائی جائے۔ اے آئی کی تعلیم ان تمام صلاحیتوں کو فروغ دیتی ہے۔ یہ بچوں کو صرف رٹا لگانے کے بجائے سوچنے، سوال کرنے اور مسائل کا حل تلاش کرنے کی تربیت دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک نے اسکول کی سطح پر اے آئی اور کمپیوٹر سائنس کو نصاب کا حصہ بنا لیا ہے۔ حکومتِ پنجاب کا قابلِ تحسین قدم حکومتِ پنجاب کی جانب سے اسکولوں میں اے آئی کی تعلیم کو لازمی قرار دینا ایک انقلابی فیصلہ ہے۔ یہ اقدام اس بات کا ثبوت ہے کہ حکومت مستقبل کی ضروریات کو سمجھتی ہے اور آنے والی نسلوں کو عالمی معیار کے مطابق تیار کرنا چاہتی ہے۔ یہ فیصلہ کئی حوالوں سے اہم ہے: یہ تعلیمی نظام کو جدید بنائے گا طلبہ میں ٹیکنالوجی کا شعور پیدا کرے گا ڈیجیٹل پاکستان کے خواب کو تقویت دے گا نوجوانوں کو عالمی مارکیٹ میں مقابلے کے قابل بنائے گا بچوں کی سوچ کی نشوونما میں اے آئی کا کردار اے آئی کی تعلیم بچوں کی ذہنی، فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کو غیر معمولی طور پر بڑھاتی ہے۔ یہ تعلیم بچوں کو: منطقی سوچ سکھاتی ہے مسائل کو مختلف زاویوں سے دیکھنے کی تربیت دیتی ہے خود سیکھنے کی عادت ڈالتی ہے تخلیقی حل تلاش کرنے پر آمادہ کرتی ہے جب بچے کم عمری میں ٹیکنالوجی کو سمجھنا سیکھتے ہیں تو ان میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور وہ مستقبل کے چیلنجز کا سامنا بہتر انداز میں کر سکتے ہیں۔ روزگار کے مواقع اور معاشی ترقی دنیا تیزی سے ڈیجیٹل اکانومی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ مستقبل میں وہی قومیں ترقی کریں گی جن کے نوجوان ٹیکنالوجی، خاص طور پر اے آئی میں مہارت رکھتے ہوں گے۔ اے آئی کی تعلیم بچوں کو مستقبل کے روزگار کے لیے تیار کرتی ہے، جیسے: ڈیٹا سائنس سافٹ ویئر ڈویلپمنٹ روبوٹکس سائبر سیکیورٹی ڈیجیٹل مارکیٹنگ یہ تمام شعبے نہ صرف روزگار فراہم کرتے ہیں بلکہ ملکی معیشت کو بھی مضبوط بناتے ہیں۔ مساوی تعلیمی مواقع جب اے آئی کی تعلیم اسکولوں میں لازمی بنائی جاتی ہے تو یہ صرف چند مخصوص یا مہنگے اداروں تک محدود نہیں رہتی، بلکہ ہر بچے تک پہنچتی ہے۔ اس طرح: دیہی اور شہری علاقوں کا فرق کم ہوتا ہے غریب اور امیر کے بچوں کو یکساں مواقع ملتے ہیں تعلیمی انصاف کو فروغ ملتا ہے یہی وہ بنیاد ہے جس پر ایک مضبوط اور منصفانہ معاشرہ تعمیر ہوتا ہے۔ اساتذہ اور تعلیمی اداروں کا کردار اے آئی کی تعلیم کے مؤثر نفاذ کے لیے اساتذہ کی تربیت نہایت ضروری ہے۔ حکومتِ پنجاب اگر اساتذہ کو جدید ٹریننگ، وسائل اور سہولیات فراہم کرے تو یہ پروگرام مزید کامیاب ہو سکتا ہے۔ اساتذہ وہ ستون ہیں جو بچوں کے مستقبل کی عمارت کو مضبوط بناتے ہیں۔ چیلنجز اور ان کا حل ہر نئی تبدیلی کے ساتھ کچھ چیلنجز بھی آتے ہیں، جیسے: تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی ٹیکنالوجی تک رسائی نصاب کی تیاری لیکن اگر حکومت، تعلیمی ادارے اور نجی شعبہ مل کر کام کریں تو ان مسائل کا حل ممکن ہے۔ مضبوط منصوبہ بندی اور مستقل مزاجی سے یہ سفر کامیابی سے طے کیا جا سکتا ہے۔ نتیجہ آخر میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ مصنوعی ذہانت کی تعلیم اب ایک انتخاب نہیں بلکہ ضرورت بن چکی ہے۔ حکومتِ پنجاب کا یہ فیصلہ کہ اے آئی کی تعلیم کو اسکولوں میں لازمی قرار دیا جائے، ایک روشن مستقبل کی نوید ہے۔ یہ قدم ہمارے بچوں کی سوچ کو وسعت دے گا، انہیں جدید دنیا کا حصہ بنائے گا اور پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرے گا۔ اگر ہم آج اپنے بچوں کو اے آئی کی تعلیم فراہم کر دیں تو کل وہ نہ صرف اس ٹیکنالوجی کے صارف ہوں گے بلکہ اس کے معمار بھی بنیں گے۔ یہی قوموں کی اصل کامیابی ہوتی ہے۔

وفاقی وزیر پروفیسر احسن اقبال سیرت سنٹر لاہور میں تقریب سے خطاب کر رہے ہیں۔

وائس چانسلر لاہور کالج یونیورسٹی ڈاکٹر عظمیٰ قریشی کا شعبہ نفسیات کی ریسرچ ٹیم کے ساتھ گروپ فوٹو۔

وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر شاہد منیر (تمغۂ امتیاز) یو ای ٹی کے 499 ویں سینڈیکیٹ کے اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں۔

وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد علی کو سماجی رہنما و سابق طالبعلم پنجاب یونیورسٹی راجہ منور شعبہ تعلقات عامہ کو کیمرہ پیش کر رہے ہیں۔

محترمہ سعدیہ راشد اور ڈاکٹر عطاالرحمن ہمدرد یونیورسٹی کے کانووکیشن میں۔

وائس چانسلر ہوم اکنامکس یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر زیب النساء حسین وزیر اعظم لیپ ٹاپ سکیم کی تقریب میں

وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد کامران اور دانش جبار خان خواتین معاشی خود مختاری کے فروغ کے لئے معاہدہ پر دستخط کر رہے ہیں۔

پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کے لیے آنے والے سری لنکا کے طلباء کا لاہور ایئرپورٹ پر گروپ فوٹو۔

فروغ علم اور تعلیمی سرگرمیوں سے آگاہی کے لئے ماہنامہ علمیت لاہور کے خریدار بنیں

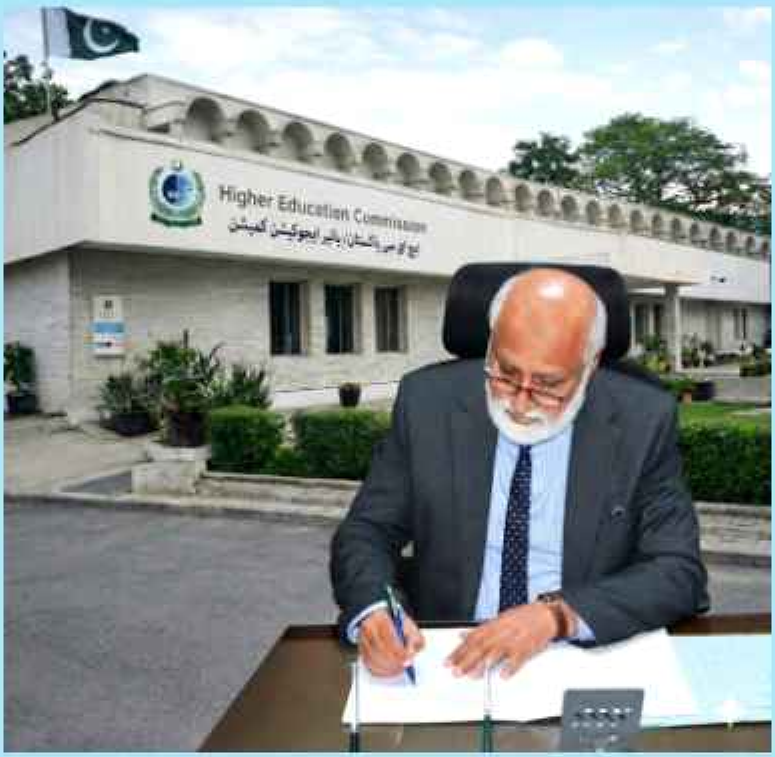

مبارکباد

ادارہ علمیت کے اراکین قابل صد احترام پروفیسر ڈاکٹر نیاز احمد اختر کی بطور چیئر مین ہائیر ایجوکیشن پاکستان تقرری پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ تقرری ان کی اعلیٰ تعلیم کے شعبے میں گراں قدر خدمات کا اعتراف ہے۔ ہم دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فرائض منصبی بطریق احسن ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

چیف ایڈیٹر
پروفیسر ڈاکٹر رفاقت علی اکبر

ڈپٹی ایڈیٹر پروفیسر ملک محمد شریف

ایڈیٹر احمد علی عتیق

سابق چیئرمین ایچ ای سی ڈاکٹر مختار احمد چیئرمین پنجاب ہائیر ایجوکیشن کمیشن ڈاکٹر اقرار احمد خان اور مختلف یونیورسٹیز کے وائس چانسلرز اور اساتذہ کی پروفیسر ڈاکٹر نیاز احمد اختر کو چیئرمین ایچ ای سی بننے پر مبارکباد